''کویت میں ادبی پیش رفت'' ایک ادبی مکالمہ

ڈاکٹر محمد یحییٰ صبا
شعبہ اردو، کروڑی مل کالج
دہلی یونیورسٹی، دہلی۔

ملخص

یہ حقیقت ہے کہ جناب افروز عالم صاحب اردو نثر اور علم وخدمت میں ایک بڑے مقام کے مالک ہیں، شاعری میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ان کی نظمیں اور غزلیں گہرے معانی کے سمندر میں ڈوبی ہوئی اور عصری حاضر کے سلگتے و دہکتے مسائل کا ترجمان ہیں۔ جن میں ہمارے عہد موجود کی وہ سچائیاں اور حقیقتیں ہیں جن سے ہم آئے دن دوچار ہوتے ہیں۔ افروز عالم صاحب کی مرتب کردہ کتاب'' کویت میں ادبی پیش رفت'' ایک ایسی ببلیگرافی ہے جس میں ہر طرح کا مواد موجود ہے جن میں تعارفی مضامین میں مقالات وعلمی مباحث کی تحریریں ہیں۔ **افسانے** خاکے اور کالم کے علاوہ مزاحیہ مضامین کے علاوہ وفیات کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں ہر طرح کے پھول ہیں اور ہر پھول کی خوشبو جداگانہ ہے۔

☆☆☆☆

اردو کی پیدائش اور نشوونما ہندوستان کی مشترکہ تہذیب وثقافت کی دین ہے اس کے علاوہ اس کے اندر دوسری زبانوں کو قبول کرنے اور ان کی خصوصیات سے فائدہ اٹھانے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج اردو نہ صرف برصغیر ہند و پاک میں بولی اور لکھی جاتی ہے بلکہ دنیا کے درجنوں ممالک میں نہ صرف بولی سمجھی جاتی ہے بلکہ اس زبان میں کثرت سے اخبار ورسائل شائع ہوتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے بعض خطوں میں ہند و پاک سے ہجرت کر کے جا بسنے والے مہاجرین

کسی نہ کسی طور پر جہاں اپنی تہذیب اور مذہب سے وابستہ رہے وہیں اپنی زبان سے رشتہ قائم رکھنے اور اسے پروان چڑھانے میں کامیاب رہے۔ مگر جن نئی بستیوں میں ہند و پاک سے محنت مزدوری کرنے کی غرض سے افراد گئے ان میں موریشس، فیجی، سعودی عرب اور مشرق وسطی کے ممالک قابل ذکر ہیں جن میں کویت ایک اہم ملک ہے جہاں ہر سال لاکھوں افراد سیر و تفریح، ملازمت اور تجارت کی غرض سے سفر کرتے ہیں لہذا ایک اپنی رابطے کی زبان جسے اردو کہتے ہیں ان ممالک کی تہذیب و رہن سہن کا حصہ بن کر سامنے آتی ہے۔ اپنی جن خصوصیات کی وجہ سے اردو کی نشو و نما ہوئی تھی انھی وجوہات سے مشرق وسطی میں پروان چڑھی۔

جہاں تک ادبی سفر کا تعلق ہے تو ان ممالک میں رہنے والے مہاجرین نے اردو شعر و ادب کی بے پناہ خدمات انجام دی ہے مشاعرے یہاں کی تہذیبی زندگی کا اہم حصہ ہیں۔ کویت میں تقریباً ستّر اسّی سال سے ادب و شعر کی روایت قائم ہے مگر اس پر کوئی مفصل معلوماتی کتاب موجود نہیں تھی، کسی مبسوط کتاب کی ضرورت بڑی شدت سے ایک عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔ اور اس کام کے لیے ایک مرد کامل کی ضرورت تھی جو اس خدمت کو بحسن و خوبی انجام دے سکے۔ آج جس شخصیت کو تہنیت پیش کرنے کے لیے یہ جلسہ منعقد کیا گیا ہے۔ برادرم افروز عالم صاحب نے اس کام پہ ڑا اٹھایا اور ان تمام تخلیقی کاوشوں کو جو اس خطّے میں قلمبند کی گئیں ان کے انتخاب کو یکجا کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کویت میں اردو تاریخ نویسی کا سنگ بنیاد برادرم موصوف نے ڈال دیا ہے۔ چونکہ خود وہ ایک ادیب و شاعر کا ذہن رکھتے ہیں اس لیے اس کام میں منصفانہ عمل دیکھنے کو ملتا ہے۔

ڈاکٹر افروز کسی تعارف کے محتاج نہیں مگر پروفیسر مظفر حنفی کی زبانی ان کا تعارف کر دیا جائے جس سے ان کی علمیت، علم دوستی اور تحقیقی ذہن کا انکشاف ہو سکے۔ مظفر حنفی لکھتے ہیں:

> ''افروز عالم پینتیس چھتیس برس کی عمر میں ہی ادبی دنیا کے ایک جانے پہچانے قلمکار بن گئے ہیں اور اس مرتبے پر فائز ہیں جہاں پہنچنے میں عام لکھنے والوں کو اتنے ہی سال لگ جاتے ہیں جتنی ان کی عمر ہے''۔

جناب افروز عالم صاحب کی مرتب کردہ کتاب ''کویت میں ادبی پیش رفت'' ایک ایسی پبلیگرافی ہے جس میں ہر طرح کا مواد موجود ہے جن میں تعارفی مضامین میں مقالات و علمی مباحث کی

تحریریں ہیں۔افسانے خاکے اور کالم کے علاوہ مزاحیہ مضامین کے علاوہ وفیات کا ایک ایسا گلدستہ ہے جس میں ہر طرح کے پھول ہیں اور ہر پھول کی خوشبو جداگانہ ہے۔

اس مجموعہ کا دیباچہ اردو کے ایک ممتاز عالم اور ترکی کے ادیب و شاعر پروفیسر خلیل طوقار صاحب نے قلمبند کیا ہے۔ اس کتاب کی خوبی کا ذکر کرتے ہوئے اردو کی برصغیر کے باہر کے صورتحال پر اظہار خیال کرتے ہیں صاحب کتاب پر ان کا تبصرہ ملاحظہ ہو وہ رقمطراز ہیں۔

''افروز عالم صاحب کا شغل تو کمپیوٹر سائنس اور حساب کتاب سے تعلق رکھتا ہے لیکن ان کا یہ شغل ان کے ادب اور فنون لطیفہ سے دلچسپی کے سامنے حائل نہیں ہوا ہے۔اس لیے انہوں نے مختلف اصناف سخن کے میدانوں میں طبع آزمائی کی ہے۔غزل ہو، نعت ہو یا مضامین ہوا نہوں نے مختلف اصناف میں اپنا جوہر دکھاتے ہیں۔افروز عالم صاحب پرواز لندن، بین الاقوامی جدا، سری نگر آمد۔تحریک ادب، آجکل، مشاعر، اجرا، عالمی رنگ ادب، جیسے اردو کے موقر جرائد کی کویت میں نمائندگی کرتے ہیں، مختلف ادبی انجمنوں سے منسلک ہیں۔اور مزید برآں متعدد تصانیف بھی ان کے قلم سے نکل ہیں۔''کویت میں ادبی پیش رفت'' کے عنوان سے شائع ہونے والی یہ تصنیف بھی اسی ہم جہت ہستی کا ایک معلومات افزوں تحفہ ہے''۔

ڈاکٹر افروز عالم صاحب کتاب کے مرتب ضرور ہیں مگر اس کتاب میں خود ان کے بے شمار اور اتنے اچھے مضامین ہیں کہ وہ ایک کتاب کے متقاضی تھے۔مثلاً ''ریاست کویت کا تعارف''،''کویت سے شائع ہونے والے اخبارات ورسائل''،''بیر بہوٹی: ڈاکٹر کلبہ قیصر کی شاعری'' اور شخصیت کی عکاسی، قدآور شخصیت اور شاعر ماجد دیوبندی، کویت کی ادبی انجمنیں، نثر نگار جو کویت سے چلے گئے، ہر دل عزیز نور پیکار، کویت کے شعراء وادباء کی تصانیف، کویت کی نثری تصانیف اور کویت کی شاعرات وغیرہ مضامین کی لمبی فہرست ہے جو کہ خود ان کے علمی کمالیت ان کا رنگ نظریات اور ادب دوستی کے ضامن ہیں۔ان کے مضامین کے عناوین سے لگتا ہے کہ انہیں سرزمین کویت سے بے پناہ محبت ہے اور جو بھی کویت کا مہمان ہوتا ہے گویا وہ ڈاکٹر افروز عالم صاحب کا مہمان ہے۔وہ کوشش کرتے ہیں کہ کسی بھی شاعر وادیب کی آمد سے فائدہ اٹھا کر ان کے اعزاز میں ادبی نشست کا انعقاد کیا جائے اور پھر روداد قلمبند کرنے تاریخ کے حوالے کیا جائے۔اتنا علمی شغف بہت کم لوگوں میں دیکھنے کو ملتا۔

مشرف عالم ذوقی کی نظر میں افروز صاحب نئی بستیوں میں اردو کے معمار ہیں۔ملاحظہ ہو:

''وہ ایک اچھے شاعر ہیں مگر نثر میں ان کی دلچسپی بھی شروع سے رہی ہے۔شاعر تو ہر جگہ مل جاتے ہیں مگر نثر لکھنے والوں کو ایک جگہ جمع کرنا مشکل کام ہے۔افروز صاحب نے عرق ریزی اور محنت سے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ محض اسے ایک ادبی کارنامہ کہہ کر خوش نہ ہوا جائے، بلکہ اس کتاب کے مطالعہ،تبصرے اور تنقید کے ذریعہ یہ کوشش ہونی چاہیے کہ کویت میں مقیم حضرات کی حوصلہ افزائی ہو۔یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ اردو کی بستیاں آہستہ آہستہ سرحدوں سے باہر نکل کر نئے راستوں کو بنانے کی کوشش کر رہی ہیں اور سب کا تعاون ملا تو ان بستیوں سے ایسے ایسے چراغ روشن ہوں گے کہ ایک دن اردو دنیا ان جیالے متوالوں پر فخر کر سکے گی''۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نثری خدمات کے بعد اب ڈاکٹر افروز عالم کی شعری خدمات کا جائزہ لیا جائے۔یہ حقیقت ہے کہ جہاں وہ اردو نثر اور علم وخدمت میں ایک بڑے مقام کے مالک ہیں،شاعری میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے۔ان کی نظمیں اور غزلیں گہرے معانی کے سمندر میں ڈوبی ہوئی اور عصری حاضر کے سلگتے ودہکتے مسائل کا ترجمان ہیں۔جن میں ہمارے عہد موجود کی وہ سچائیاں اور حقیقتیں ہیں جن سے ہم آئے دن دوچار ہوتے ہیں۔بالخصوص فرقہ پرستی اور مغربی سامراج کی یلغار ومظالم اور زیادتیوں ،اسی طرح فرقہ پرست حکومتوں وسماجوں کو آئینہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔'تجھے دیکھنے کے بعد'،'آج اور کل'،'ظلمات'،'الزام'،'محبت'،'حالات'،'شعور دل سے'،'کیا یہ ممکن ہے (شبنم کے لیے)'،'کسٹمر کا ٹائم ہے'،' سمئے'،'خیال'......افروز عالم کی نظموں کے یہ چند عنوان برائے عنوان نہیں ہیں بلکہ ان میں گہری زندگی کے راز اور فلسفے مخفی ہیں۔وقت کی کجرو چال ڈھال پر قدغن لگانے کی کوشش ہے اور اپنے دل و احساس کو بھی تسلیاں دینے کی تلقین ہے۔گویا افروز عالم جنگ کے میدان میں ہیں جہاں دشمنوں نے ان کے ملک،ان کے وطن اور ان کی خاک کو تہس نہس کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے،اس محاذ سے افروز صاحب ،مرد وخواتین کو دعوت عام دے رہے ہیں کہ اگر وہ مرد ہیں تو میرے شانہ بشانہ ان ناگفتہ بہ حالات سے مقابلہ کریں اور اگر وہ خواتین ہیں تو اپنے آنچلوں کا پرچم بنا کر مجاہدین کا حوصلہ بڑھائیں،ان کے ارادوں کو مضبوط کریں اور ان کی رگوں میں جوش وامنگ بھر دیں.......افروز عالم کی ان نظموں کا لفظ لفظ اسی

پیغام کا پیامبر ہے اور اسی احساس کا ترجمان بھی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں چند نمونے درج کر دیے جائیں:

کبھی کبھی
بادل کا کوئی آوارہ ٹکڑا
اپنے وجود سے کہیں دور
کسی کوہ سے الجھ جاتا ہے
یوں
بھٹک کر تنہائیوں کی
بانہوں میں
پناہ لیتا ہے!
کبھی کبھی
یوں بھی ہوتا ہے
میرے وجود کے نہاخانے میں
سرکتی ہوئی کوئی صدا
اپنی سرگوشیوں سے
دل کو اداس کر دیتی ہے
کہ
بے رنگ موسموں کی کڑواہٹ سے
الفاظ کے سحر میں
خواہشات کے ہجوم تلے
فریب کے بھنور میں
الجھ کر
وہ روٹھ جائے تو......کیا ہو؟

مان جائے تو.....کیا ہو؟

'حالات'

رفتہ رفتہ
معاف کرنے کا چلن
مدھم پڑتا جا رہا ہے
کیا تمھیں یقیں نہیں؟
کہ
بدلتے ہوئے لمحوں کی چکی میں
اخلاقیات، روایات اور قدریں
پس رہی ہیں
آج ہمارا معاشرہ
بے غیرتی کے اس سنگم پر کھڑا ہے
جہاں
عورت کی پاکیزہ کوکھ
کرائے پر لینے کے لیے سودے بازی ہو رہی ہے
ہماری بے حسی نے
ہمارے لبوں پر خاموشی کی مہر ثبت کر رکھی ہے
تو اے اہل دل
کل
کیا ہوگا؟
جب معافی مانگنے کا چلن
ختم ہو جائے گا!

'آج کل'

اہل زر ہر مفلس کو
پاگل
کہا کرتے ہیں
دراصل
ہوس کا وہ آخری مرحلہ
ہم جسے
پاگل پن کہتے ہی
کسی مفلس پر
طاری نہیں ہوتا
یہ تو
الزام ہے
جو
مفلس کے ماتھے کی
شوبھا ہے
جو اپنی کوکھ سے
کئی گناہوں کو جنم دیتا ہے
نئے جہان کی تعمیر کرتا ہے!

'الزام'

مرے سامنے
کئی کوندھتی تلواریں ٹوٹیں
دیکھتے دیکھتے
کئی سورما شہید ہوئے
خرد و جنوں کی میں نے

کئی جنگیں دیکھیں
میں نے دیکھا
سورما پتر کو بے بس ہوتے
کئی شاہوں کے اوندھے پڑے پرچم دیکھے
یہ اور بات کہ
خاموشی میری فطرت ہے
میری آنکھیں لیکن کبھی بند نہیں ہوتیں
بڑے طریقے سے میں سب پروار کرتا ہوں
مجھے پرکھنے کی ضرورت کیا ہے
کہ
میں تو سمئے ہوں.....!

'سمئے'

یہ ہیں افروز عالم کی نظموں کے چند نمونے جن میں حرف حرف سچائی اور لفظ لفظ صداقت بھری ہوئی ہے۔ جو ہماری زندگی کی وہ حقیقتیں اور سچائیاں ہیں جن سے ہمیں کسی صورت مفر نہیں بلکہ اگر ہم کچھ وقت کے لیے ان کی طرف سے آنکھیں بند بھی کر لیں تو وہ خود ہمیں اس غفلت سے ہوش کی دنیا میں لا کھڑا کر دیتی ہیں جہاں ہمارا حساب ہوتا ہے اور ہم اپنے کیے ہر فعل، انفعال اور کرتوتوں کا حساب دیتے ہیں۔

جہاں تک افروز عالم کی غزل نگاری یا غزل تخلیقیت کی بات ہے تو پتا نہیں کیوں انھیں پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ ان میں وہ رنگ اور وہ آہنگ نہیں ہے، نہ وہ گہرائی اور گیرائی بلکہ ان کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے جیسے ابھی ان میں اور بھی بہت کچھ شامل کرنا باقی ہے۔ فن اور تکنیک سے قطع نظر، یہ غزلیں اردو ادب سے دل چسپی رکھنے والے حلقوں میں مقبولیت حاصل کرنے میں ناکام ہیں تاہم چند ایک غزلیں، جنھیں افروز عالم کی نمایندہ غزلیں کہا جا سکتا ہے، ان کے منتخب اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

جذبات کی ہر بات سے ہم جوجھ رہے ہیں
بگڑے ہوئے حالات سے ہم جوجھ رہے ہیں

آوارہ ہواؤں کا پتا کون بتائے
سازش کی عنایات سے ہم جوجھ رہے ہیں
کچھ بہہ گئے سیلاب میں کچھ پاس بچے ہیں
بے وقت کی برسات سے ہم جوجھ رہے ہیں
ہیں اہل جگر چار سو محور میں اہل حسن
اور تاروں بھری رات سے ہم جوجھ رہے ہیں
حائل ہیں خواہشات میں زلفوں کے پیچ و خم
اک شوخ کی حرکات سے ہم جوجھ رہے ہیں
افکار کی آغوش میں ہر فن ہے حسیں تر
بے وجہ کمالات سے ہم جوجھ رہے ہیں

☆☆☆

ہولے ہولے سے جو چلتی ہے ہوا، رات گئے
کھچ کے رہ جاتی ہے یوں دل کی فضا، رات گئے
میری سانسوں میں ترے جسم کی خوشبو ہے بسی
دل میں جو شور مچاتی ہے صدا، رات گئے
تشنگی لب پہ سجائے ہوئے دل کہتا ہے
آج برسے گی مری چھت پہ گھٹا، رات گئے
ایک سایہ ہے میری زیست کا حاصل،جیسے
موم پگھلی تو بڑھی اور ضیا، رات گئے

☆☆☆

کوئی بادل، کوئی جھونکا، اے خلیج زندگی
خشک ہے آنکھوں کا دریا، اے خلیج زندگی
خاک میں سب کچھ ملایا، اے خلیج زندگی

کیا ملا ہے مجھ کو تحفہ، اے خلیج زندگی
جانے کب تک وقت کی ہم گتھیاں سلجھائیں گے
وقت تو ہے ایک معما، اے خلیج زندگی
ذہن کی بنجر زمیں سے آرہی ہے یہ صدا
پھر ہرا ہو کوئی پودا، اے خلیج زندگی
صبح کا بھولا ہوا کیا شام تک لوٹ جائے گا
فلسفہ یہ سچ ہے کتنا، اے خلیج زندگی
دور رہ کر باپ سے بیٹا تو پل ہی جائے گا
کون دے گا پر دلاسا، اے خلیج زندگی

☆☆☆

پتھروں کا سلسلہ اپنی جگہ
آنسوؤں کا قافلہ اپنی جگہ
کچھ مراسم ہیں ہمارے درمیاں
دوریوں کا مسئلہ اپنی جگہ
ٹھوکروں نے پاؤں چومے ہیں مرے
راستوں کا تجربہ اپنی جگہ
شوق منز ل سے مرا رخت سفر
گو کٹھن ہے مرحلہ اپنی جگہ

☆☆☆